امام نے جہاد کے بارے میں انتہائی قیمتی ارشادات پیش کیے ہیں، جنھوں نے اخوان کے دلوں میں جہاد کی محبت کو زندہ کر دیا۔ انھوں نے رسالۃ الجہاد کا اختتام بھی انتہائی بیش قیمت کلمات سے کیا ہے۔ جس کی وجہ سے اخوان ہمیشہ سے اس دن کے انتظار میں رہتے ہیں جس دن اللہ کے دشمنوں سے ان کا آمنا سامنا ہو، اور وہ اللہ کے سامنے اپنی جان کی قربانی کا وہ مظاہرہ کریں جس کے ذریعے اللہ ان سے راضی ہو جائے۔

رسالۃ الجہاد کے مقدمے میں امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جہاد کو ہر مسلمان پر فرض کر دیا ہے۔ یہ ایک لازمی اور حتمی فریضہ ہے جس سے کسی کو چھٹکارا اور مفر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کی طرف بڑی ترغیب دی ہے اور شہدا و مجاہدین کے لیے عظیم اجر و ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ان کا مرتبہ اتنا بلند رکھا گیا ہے کہ جہاد کے علاوہ کسی عمل سے اس مقام تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین اور شہدا کو دنیا و آخرت میں وہ روحانی اور عملی امتیازات عطا فرمائے ہیں، جو ان کے علاوہ کسی کو نہیں دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاکیزہ خون کو دنیا میں فتح و نصرت کی قیمت اور آخرت میں فوز و فلاح کا عنوان بتایا ہے۔ جہاد سے پیچھے رہ کر بیٹھ جانے والوں کو دردناک سزاؤں کی وعید سنائی گئی ہے۔ انھیں بدترین صفات سے متصف کیا گیا ہے اور بزدلی اور بیٹھے رہنے پر سخت الفاظ میں سرزنش کی گئی ہے۔ کمزوری اور پستی کے اس رویے کے باعث دنیا میں ان پر وہ ذلت مسلط کی گئی ہے جس سے جہاد کے بغیر نجات ممکن نہیں، جب کہ آخرت میں ان کے لیے وہ عذاب تیار کیا گیا ہے جس سے چھوٹنے کے لیے اگر وہ احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کریں تب بھی اس سے بچ نہ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد سے منہ موڑنے اور اس سے راہ فرار اختیار کرنے کو گناہ کبیرہ کی سب سے بڑی قسم شمار کیا ہے۔ یہ ان سات اعمال میں سے ایک ہے جو انسان کے لیے مہلک اور تباہ کن ہیں۔

دنیا میں کوئی قدیم و جدید نظام یا کوئی مذہبی یا تمدنی قانون نہیں ہے جس نے جہاد و دفاع کو اتنی اہمیت دی ہو اور اس کے لیے ساری امت کو ایک صف میں جمع کیا ہو، تاکہ وہ پوری قوت کے ساتھ حق کا دفاع کر سکے۔ یہ صفت صرف دین اسلام اور اس کی تعلیمات میں پائی جاتی ہے۔ قرآن و حدیث میں اس بلند مرتبہ فکر کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کی آیات اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بالکل واضح اسلوب اور فصیح ترین عبارت کے ساتھ جہاد وقتال کی دعوت دیتی ہیں، اور ہر قسم کے بری، بحری اور فضائی دفاعی وسائل کو مضبوط بنانے کی تاکید کرتی ہیں تاکہ مسلمان کسی بھی حالت میں دشمن کے مقابلے سے عاجز نہ ہوں۔ (رسائل الامام الشہید، ص ۲۷۳)

امام فرماتے ہیں: میرے بھائیو! جو قوم مرنے کا سلیقہ جانتی ہے، اس قوم کو اللہ تعالیٰ دنیا میں باعزت زندگی اور آخرت میں دائمی جنت نصیب فرما دیتا ہے۔ جس چیز نے ہمیں ذلیل کر کے رکھ دیا ہے وہ دنیا کی محبت اور موت کی کراہت کے سوا کچھ نہیں۔ تم لوگ اپنے آپ کو ایک بڑے کام کے لیے تیار کرو۔ شہادت کی تمنا کرو گے تو تمھیں زندگی ملے گی۔ جان لو کہ موت تو آنی ہی ہے اور وہ ایک ہی مرتبہ آنی ہے۔ اگر تم نے اس کو اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے پالیا تو یہ دنیا کا نفع اور آخرت کا ثواب ہوگا۔ تمھیں وہی کچھ ملتا ہے جو تمھارے لیے مقرر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر خوب غور وفکر کرو گے:

> اس غم کے بعد پھر اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں پر ایسی اطمینان کی سی حالت طاری کردی کہ وہ اونگھنے لگے۔ مگر ایک دوسرا گروہ جس کے لیے ساری اہمیت بس اپنی ذات ہی کی تھی، اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا، جو سراسر خلاف حق تھے۔ یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ "اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟" ان سے کہو: "(کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔" دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ ان کا اصل مطلب یہ ہے: "اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے۔" ان سے کہہ دو: "اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔" اور یہ معاملہ جو پیش آیا، یہ تو اس لیے تھا کہ جو کچھ تمھارے سینوں میں پوشیدہ ہے، اللہ اسے آزمالے اور جو کھوٹ تمھارے دلوں میں ہے اسے چھانٹ دے، اللہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔ (اٰل عمرٰن ۳:۱۵۴)

پس تم باعزت موت کے لیے کام کرو، بھرپور سعادتوں کے حصول میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اپنی راہ میں شہادت سے سرفراز فرمائے۔ (ایضاً، ص ۲۹۱)

امام حسن البنا اخوان المسلمون میں حُبِ جہاد کی تربیت کے لیے صرف رسالۃ الجہاد پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ انھیں جب بھی موقع ملتا، دلوں میں اس جذبے کو اُبھارنے کی تدبیر کرتے تھے۔ چنانچہ وہ نوجوانوں کے نام اپنے پیغام میں فرماتے ہیں: ''اے نوجوانو! تم ان لوگوں سے کمزور نہیں ہو جن کے ہاتھوں اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس پروگرام کو عملی طور پر نافذ کر دکھایا تھا، لہٰذا تم وہن اور ضعف کا شکار مت بنو۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو اپنا نصب العین بناؤ کہ: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ○ (اٰل عمرٰن ۳:۱۷۳) ''جن سے لوگوں نے کہا کہ ''تمھارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں، ان سے ڈرو''، تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انھوں نے جواب دیا کہ ''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے''۔ اس مقصد کے لیے ہم نے ایسا ایمان پروان چڑھایا ہے جو ڈگمگانے والا نہیں ہے اور ہم اس کے لیے مسلسل عمل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمیں اللہ پر ایسا اعتماد حاصل ہے جس میں کوئی کمزوری نہیں آتی، اور ہم ایسی روحوں سے سرشار ہیں جن کے لیے سب سے زیادہ باسعادت دن وہ ہوگا جب وہ اپنے رب کے راستے میں شہادت دے کر اس سے ملاقات کریں گی''۔ (ایضاً، ص ۱۰۳)

اپنے ایک اور رسالے میں فرماتے ہیں: ''سب کچھ کرنے کے بعد ہم اللہ کی مدد کا پختہ یقین رکھتے ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر ہمارا ایمان ہے اور جس کے لیے ہم کوشاں ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر یقین رکھتے ہیں: وَ لَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ (النساء ۴:۱۰۴) ''اس گروہ کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ، اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمھاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں''۔ ہمارے اسلاف میں سے جن لوگوں نے دنیا کو فتح کیا اور اللہ نے انھیں زمین میں سلطنت عطا فرمائی، وہ زیادہ تعداد یا بڑی تیاری نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ ایمان اور جہاد کے اسلحے سے لیس تھے''۔ (الاخوان تحت رایۃ القرآن،

(اخوان قرآن کے پرچم تلے)، ص۱۱۸)

اخوان المسلمون نے یہ سبق یاد کیا تھا اور ان کے دلوں میں اس نے یقین کا مقام حاصل کرلیا تھا۔ یہاں تک کہ جب فلسطین میں جنگ کا میدان گرم ہوا، اور غاصب یہودیوں نے فلسطین کے باشندوں کو اپنے گھروں سے دربدر کر کے جنگ کی آگ بھڑکائی تو اخوان المسلمون مرشد عام کا حکم سنتے ہی میدان میں کود پڑے۔ اس راستے میں وہ کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائے حالانکہ وہ عسکری تربیت اور اسلحے کے حوالے سے کمزور تھے۔ وہ اللہ کی اطاعت میں راتیں جاگ جاگ کر گزارتے تھے مگر ان کے دل جامِ شہادت نوش کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ وہ اس مقصد کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ کرنے والے نہیں تھے۔ انھوں نے اس راستے کی ہر رکاوٹ اور ہر رخنے کو پائے حقارت سے ٹھکرادیا۔

اس تاریخ کو پروفیسر فتحی یکن نے اپنی کتاب القضية الفلسطينية من منظور اسلامی (مسئلہ فلسطین، اسلامی تناظر میں) میں اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ۱۹۴۸ء میں امام حسن البنا نے حکومت مصر کو ایک درخواست پیش کی کہ وہ اخوان المسلمون کے ۱۰ ہزار رضا کاروں پر مشتمل ایک کمک فلسطین بھیجنا چاہتے ہیں، لیکن حکومت نے اس درخواست کو مسترد کردیا۔ اس کے باوجود اخوان المسلمون نے مصر اور اُردن کی سرحدوں پر صف اول کے اکثر معرکوں میں دادِ شجاعت دی اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں، جن کی وجہ سے حکومت برطانیہ نے مصری وزیر اعظم اور مصری ایجنٹوں کے ساتھ مل کر ایک سازش کے تحت اخوان المسلمون پر پابندی لگوادی۔ اس کے سرکردہ رہنماؤں کو گرفتار کیا گیا اور مرشد عام کو ۱۹۴۹ء میں شہید کروادیا۔ (ص ۸۹-۹۰)

مسئلہ فلسطین کے ساتھ اخوان کا تعلق ۱۹۴۸ء کی جنگ سے نہیں ہوا بلکہ یہ اس وقت قائم ہوا تھا جب استاذ کامل الشریف کے بقول امام البنا نے کہا تھا: ''ہر وہ ملک جس میں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا جاتا ہے وہ ہمارے ملک کا حصہ ہے، وہ ہمارے لیے قابل عزت و احترام ہے۔ اس ملک کے ساتھ مخلص ہونا اور اس کی بھلائی کے لیے جہاد کرنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے''۔

(الاخوان المسلمون فی حرب فلسطين، (جنگ فلسطین میں الاخوان المسلمون)، ص۴۵)

استاذ کامل الشریف نے جو جنگ فلسطین میں اخوانی دستے کے کمانڈر تھے، اپنی کتاب میں